سامنے جوابدہ تھے ۔ بادشاہ ان کا نگران اعلیٰ تھا لیکن درحقیقت وہ سب کے سب شریعت اسلامی اور قانون الٰہی کے پابند تھے۔ کوئی حاکم اس بات کا مجاز نہ تھا کہ شریعت کے سوا کسی اور کا پابند ہو۔ خود بادشاہ کی مجال نہ تھی کہ کوئی عالم شریعت کا کوئی مسئلہ اس کے سامنے پیش کرے اور وہ اس کے ماننے سے انکار کردے۔ جب بھی قرآن وسنت کی بات عالمگیر کے سامنے کی گئی اس کا سر اس کے سامنے جھک گیا۔ شریعت کی بالاتری کے متعلق خافی خان رقمطراز ہے کہ عالمگیر کے دور میں اشیاء کے نرخ مقرر کرنے اور پھر نرخوں کی نگرانی کرنے والے افسر مقرر تھے مگر جب علماء نے بادشاہ کو شریعت کے مطابق یہ مسئلہ بتایا کہ نرخوں کا تعین خلاف شرع ہے۔ فروخت کرنے والا اپنے مال کو اپنی صوابدید کے مطابق بیچ سکتا ہے تو بادشاہ نے تمام شہروں میں تعین نرخ کے قانون کو منسوخ کردیا اور اعلان کروادیا کہ آج سے کسی چیز کا نرخ متعین نہ کیا جائے(۱)

وہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کا بول بالا چاہتا تھا۔ قوانین اسلامی کا مکمل نفاذ اس کا مقصد زندگی تھا(۲) وہ ایک وسیع سلطنت کا مالک تھا مگر کوئی بھی شخص قانون کی خلاف ورزی کرکے شرعی سزا سے بچ نہ سکتا تھا۔ شریعت کی بالاتری اور مساوات انسانی کے متعلق محمد اکبر کہتا ہے:

"In his vast Empire, no body could do anything contorary to the law and escape punishment enjoined by Muhammadan Law. (3)

یعنی اس کی اتنی وسیع سلطنت میں کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی کی جرات نہ کرسکتا تھا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والا شرعی سزا سے نہ بچ سکتا تھا۔ اگر کوئی قاضی قرآن وحدیث کے خلاف فیصلہ کرتا تو وہ کالعدم قراردے دیا جاتا جیسا کہ محمد بشیر احمد نے بیان کیا ہے:

"In theory a Qadi had unlimited powers to review his order. If it was against the sacred law, it was invalid in any case." (4)

یعنی نظریاتی طور پر قاضی کو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کے وسیع اختیارات حاصل تھے۔ اگر یہ فیصلہ شرعی قانون کے خلاف ہوتا تو وہ کالعدم قرار دیا جاتا۔

عالمگیر کے دور میں کورٹ فیس نہ تھی

اس دور میں مستغیثوں سے کورٹ فیس وصول کرنے کا رواج نہ تھا۔ محمد بشیر احمد رقم طراز ہے: (۵)

"The judgement in Baqiyat-ul-Salihat and those in the Diwani office of Hyderabad bear no stamps and no mention of court fee is made, like Bentham,(6) Muslim jurists have always considered the imposition of Court fee to be against public policy." (7)

یعنی باقیات الصالحات میں درج مقدمات اور حیدر آباد کے دیوانی مقدمات سے واضح ہوتا ہے کہ دستاویزات پر نہ ٹکٹ لگتے تھے اور نہ ہی کورٹ فیس کی ادائیگی ہوتی تھی۔ بنیتھم کی طرح مسلم فقہاء نے کورٹ فیس کو عوامی بہبود کے خلاف قرار دیا ہے۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی دور میں مسلم حکمران فریقین مقدمہ سے کسی قسم کی فیس وصول نہ کرتے تھے۔ بعد میں بڑھتے ہوئے مقدمات کے پیش نظر مقدمات کی تھوڑی سی فیس مقرر کردی گئی مگر عالمگیر کے ایک حکم کے مطابق مستغیث سے ہر قسم کی فیس وصول کرنے سے عدالتوں کو منع کردیا گیا(۸)

غرضیکہ دیگر مسلم حکمرانوں کی طرح عالمگیر کے دور میں بھی لوگوں کو مفت اور فوری انصاف مہیا کیا گیا۔ آج کل کی طرح مقدمات کے فیصلوں پر سالہاسال نہیں گزرتے تھے۔ حصول انصاف کا ایسا طریق کار اپنایا گیا کہ مقدمات کی پیروی میں نہ تو ان کا زیادہ وقت خرچ ہوتا تھا اور نہ زیادہ اخراجات برداشت کرنے پڑتے تھے۔

حصول انصاف میں غیر ضروری تاخیر کا سد باب

اسلامی نظام عدل کی ہی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انصاف مہیا کرنے میں غیر ضروری تاخیر نہی کی جاتی۔ اس سلسلہ میں صاحب مرآت بیان کرتا ہے کہ عالمگیر نے دیکھا کہ کچھ عدالتوں میں بڑی تاخیر سے مقدمات کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اس نے تاخیر کے اسباب دور کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اس نے ہدایات جاری کیں کہ تمام فوجداری مقدمات کو بلا تاخیر نبٹایا جائے۔ کسی کو بھی واضح قانونی ثبوت کے بغیر قید نہ

کیاجائے۔(۹) عالمگیر مقدمات کے التوا کو ناپسند کرتے تھے۔ اگر مقدمہ کی پہلی پیشی میں فیصلہ نہ ہوجاتا تو کوتوال کیلئے ضروری تھا کہ وہ زیر بحث قیدیوں کو روزانہ عدالت میں پیش کرے حتیٰ کہ مقدمے کا فیصلہ ہوجائے(۱۰)

شرعی وکیلوں کی مفت خدمات

اس دور میں بھی مقدمات کو آسانی کے ساتھ نبٹانے کیلئے وکلاء مقرر تھے۔ حکومت کی طرف سے شرعی وکیلوں کو مقرر کیاجاتا تھا۔ ان کو حکومت کی طرف سے فیس ادا کی جاتی تھی۔ محمد بشیر احمد لکھتا ہے:

"Remuneration was paid by the State to the Wakil-i-Shariat at the rate of one rupee a day but it was not clear what fees were charged by other Wakils from their clients."

یعنی حکومت کی طرف سے وکیل شرعی کو ایک روپیہ روزانہ معاوضہ کے طور پر ادا کیاجاتا تھا۔ لیکن یہ بات واضح نہیں ہے کہ دیگر وکلاء اپنے مؤکلوں سے کتنی فیس لیتے تھے۔

مگر جولوگ بہت غریب ہوتے اور مقدمے کے اخراجات برداشت نہ کرسکتے انہیں وکلاء کی مفت خدمات مہیا کی جاتی تھیں۔ محمد بشیر احمد کے الفاظ میں شاہ جہاں اور عالمگیر کے دور میں ریاست کے خلاف دیوانی مقدمات میں وکیلوں کا تقرر کیاجاتا تھا اور غریب مستغیثوں کو مفت قانونی مشورے دیئے جاتے تھے۔ عالمگیر نے ریاستی وکیلوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ محتاجوں کے مقدمات کی مفت پیروی کریں(۱۲)

عالمگیر کے دور میں آج کل کی طرح عدالتوں میں وکلاء کی کثرت نہیں ہوتی تھی۔ مقدمات کے فیصلوں کیلئے قاضی مقرر ہوتے تھے ان کی مدد کیلئے دیگر عدالتی عملے کے علاوہ مفتی یعنی اسلامی قانون کے ماہر موجود ہوتے تھے۔ قانون کا سارا عمل پیچیدگیوں سے مبرا تھا۔ عدالتی طریق کار طویل نہیں تھا۔ ایک ہی عدالت میں ہر قسم کے مقدمات پیش ہوتے تھے تاہم ایسی عدالتیں بھی موجود تھیں جہاں الگ الگ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت ہوتی تھی لیکن ایک بات سب عدالتوں میں مشترک تھی کہ قاضی حضرات اپنے علم اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے معروف اور قابل اعتماد ہوتے تھے۔ لہذا حصول انصاف میں مدد کیلئے طبقہ وکلاء کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی۔

رشوت سے فیصلہ کالعدم ہوجاتا تھا

عدل وانصاف کی راہ میں رشوت اور جانبداری بہت بڑی رکاوٹیں ہیں۔ عالمگیر کے دور میں ان فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا جاتا تھا جن میں رشوت لینا ثابت ہوجاتا تھا۔ چنانچہ محمد بشیر احمد لکھتا ہے:

"If a Qadi was proved to have taken a bribe thus became on interested party, his judgement would be null and void."

یعنی اگر کسی قاضی کے متعلق یہ بات ثابت ہوجاتی کہ اس نے رشوت لے کر جانبداری سے کام لیا ہے تو اس کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا جاتا تھا۔

قانونی جواز کے بغیر قید و بند کی ممانعت

عالمگیر کے دور میں کسی کو بلا جواز قید و بند میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ عالمگیر نے ۱۸۶۰ء میں ایک فرمان جاری کیا جس میں قاضیوں کو جیلوں کا معائنہ کرنے کا اختیار دیا اور ایسے قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا جو بلاجواز قید کئے گئے تھے(۱۴) عالمگیر نے یہ لازم قرار دیا تھا کہ گرفتاری سے قبل واضح شہادت مہیا کی جائے(۱۵) ایک شقدار (پولیس افسر) کو ناجائز قید پر دوسو روپے جرمانہ کیا گیا(۱۶)

ایک فرمان کے ذریعے تمام گورنروں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے ہاں کی تمام عدالتوں کے مقدمات کی روئیداد بھیجیں اور گورنر اپنے طور پر تحقیق کریں اور اگر ماخوذ قیدی مجرم نہ ہوں تو انہیں فوری طور پر رہا کریں اور جن مقدمات میں غیر ضروری تاخیر ہو رہی ہے ان کا جلد فیصلہ کروائیں(۱۷)

سزائے موت کی توثیق

عالمگیر کے دور میں سزائے موت کی توثیق بادشاہ یا گورنر کرتا تھا۔ موت کی سزا دینے میں عالمگیر بڑا محتاط تھا۔ اسے انسانی زندگی کی قدر و قیمت اس قدر عزیز تھی کہ کوئی قاضی کسی بھی مجرم کو اس وقت تک پھانسی نہ دے سکتا یا قتل نہ کرسکتا جب تک بادشاہ سے تین بار اس کی منظوری نہ لے لیتا۔ قتل انسانی بادشاہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم تھا وہ خود بھی انسانی

قتل سے حد درجہ پرہیز کرتا(۱۸) بقول منوچی برصغیر کے موجودہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کی طرح عالمگیر کے دور میں قاضی ہر نوعیت کا فوجداری مقدمہ سن کر سزا سنا سکتا تھا مگر سزائے موت کیلئے بادشاہ یا گورنر کی توثیق ضروری تھی(۱۹)

عدالتوں کی نگرانی

اورنگ زیب عالمگیر نے تمام ممالک محروسہ کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے واقعہ نویس مقرر کردیئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے کسی کونے پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا تو عالمگیر کو اس کی خبر ہوجاتی تھی۔ ۱۶۷۱ء میں عالمگیر کو پتہ چلا کہ گجرات کے جج ہفتہ میں تین چھٹیاں کرتے ہیں اور محکمہ عدالت میں صرف دو دن مقدمات کے فیصلے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے انہیں سرزنش کی اور فرمان بھیجا کہ وہ مقدمات کے فیصلوں کے سلسلہ میں شاہی عدالت کی پیروی کریں۔ خواجہ محمد ہاشم دیوان کو حکم دیا گیا کہ وہ قاضیوں کو پانچ دن مقدمات نبٹانے پر مجبور کریں۔ جج صاحبان اپنا کام سورج نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد شروع کریں اور نماز ظہر کے وقت اپنے گھروں کو جائیں(۲۰)

عالمگیر کے دور میں عدلیہ انتظامیہ سے الگ تھی

خلفائے راشدین ہی کے دور سے عدلیہ انتظامیہ سے الگ تھی۔ اس بارے میں سید امیر علی رقم طراز ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ پہلے خلیفۃ المسلمین ہیں جنھوں نے قاضیوں کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں اور انہیں انتظامی افسروں سے الگ رکھا۔ اس وقت قاضیوں کو حاکم بھی کہہ دیا جاتا تھا۔ امیر علی کے بیان کے مطابق اسلام کے آغاز ہی میں قول وفعل کے لحاظ سے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھا گیا۔ ابن خلدون اس سلسلہ میں کہتا ہے۔

وكان الخلفاء فی صدر الاسلام يباشرونه بانفسهم ولا يجعلون القضاء الى من سواهم واول من دفعه الى غيره وفوضه فيه عمر رضی اللّٰہ عنہ بالمدينة وولى شريحا بالبصرة وولى ابوموسى الاشعرى بالكوفة وكتب فی ذلک الكتاب المشهور الذی تدور عليه احكام القضاة(۲۱)

یعنی اوائل اسلام میں خلفاء مقدمات کے فیصلے خود کرتے تھے اور اپنے سوا کسی کو قضا کی خدمات سپرد نہیں کرتے تھے۔ سب سے پہلے جس نے قضا کے معاملات کو دوسروں کے

سپرد کیا وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے انہوں نے حضرت ابودرداءؓ کو اپنے ساتھ مدینہ طیبہ میں مقرر کیا۔ علاوہ ازیں قاضی شریح کو بصرہ میں اور ابوموسی اشعریؓ کو کوفہ میں قضا کی خدمات سپرد کیں اور ایسے احکام قضا تحریر کئے جس پر قاضیوں کے احکام کا دارومدار ہے۔

آج کل پاکستان میں عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنا بڑا مسئلہ ہے۔ پاکستان میں ہر حکومت آغاز میں یہی نعرہ لگاتی ہے کہ ہم عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کردیں گے مگر بعد میں غالباً اپنے مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس اہم مسئلہ کو سرد خانے کی نذر کردیتی ہے۔حالانکہ قرارداد مقاصد میں یہ وضاحت بھی ہے کہ عدلیہ انتظامیہ سے الگ ہوگی۔(۲۲)

دور نہ جائیں اورنگزیب عالمگیر کے عہد ہی کو لے لیجیئے اس وقت عدلیہ انتظامیہ کے ماتحت نہ تھی اس لئے آزادانہ طور پر بغیر دباؤ کے فیصلے ہوتے تھے اور مقدمات کے فیصلوں میں انتظامی امور کی وجہ سے دیر نہ لگتی تھی کیونکہ حکام قضا کو انتظامی امور سپرد نہ کیے جاتے تھے۔ بقول محمد بشیر احمد:

"Hitherto the judicial and the executive functions in the Muslim India State had been separate except that the King or his representative in the province, the governor, combined them in his person, the lower ranks, that the Qadis and the executive officers functioned independently of each other. The Qadi has no "Executive" duties and, as far as, was possible, the executive officers were not invested with judicial powers."

یعنی مسلم انڈیا میں عدالتی اور انتظامی امور الگ الگ تھے۔ صرف بادشاہ یا صوبے میں اس کا نمائندہ گورنر عدالتی اور انتظامی فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ماتحت عدالتوں میں قاضی اور انتظامی افسران آزادانہ طور پر اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ قاضی کے پاس انتظامی اختیار نہ ہوتے تھے اور جہاں تک ممکن تھا انتظامی افسروں کو عدالتی اختیارات تفویض کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انتظامی امور نہ ہونے کی وجہ سے قاضی ہمہ تن عدالتی امور کی طرف متوجہ رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد عالمگیر میں مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر نہیں ہوتی تھی۔

مصادر و مراجع

۱- خافی خاں، محمد ہاشم خان، منتخب اللباب، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ۱۸۶۹
ص:۳۹۵-۹۶

۲- دائرہ معاف اسلامیہ (اردو) پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۴، ج:۲۰ ص:۹۹

۳- Administrat of Justice by the Mughals, Kashmiri Bazar, Lahore, 1948. p-43

۴- Judicial System of Mughal Empire, Pakistan Historical Society, Karachi,1978, p-102.

۵- This is a collection of fifty judgements and orders in original delivered by Courts during the period 1550-1850 (Judicial System of Mughal Empire, p.16)

۶- Bentham's maxim is (بینتھم کا مقولہ یعنی انصاف مفت مہیا کرنا چاہیے) "Justice should be administrated gratis" (Judicial System of Mughal Empire, p.93)

۷- Ibid.

۸- Ibid.

۹- علی محمد خاں، مرآۃ احمدی بتصحیح نواب علی خاں، برودہ انڈیا، ج:۱ ص:۲۷۸

۱۰- Muhammad Akbar, Administration of Justice by the Mughals. p.48.

۱۱- Judicial System of Mughal Empire, p.88.

۱۲- Ibid.

۱۳- Ibid, p.79.

۱۴- Judicial System of Mughal Empire, p.98.

۱۵- Ibid, p.97.

۱۶- Manrique, Travels of Fray Sebastion, Exford Hakluyt Society, 1927, pp.25-26.

۱۷- مرآۃ احمدی بتصحیح نواب علی خاں، برودہ انڈیا، ج:۱ ص:۲۸۲

۱۸- رشید اختر ندوی، اورنگزیب، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۵۳ ص:۳۹۶

۱۹۔ Manucci Niccolao, Storia do Mogor (1653-1708) tr.by William Irvine, John Murray Street, London, 1907, Vol.III, p.264.

۲۰۔ Administration of Justice by the Mughals, p.48.

۲۱۔ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد(۸۰۳ھ) مقدمہ، مکتبہ الهلال، بیروت ۱۹۸۳ء، باب ۳، فصل ۳۱ ص: ۱۴۸

۲۲۔ صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، جنگ پبلیکیشنز لاہور ۱۹۹۱ء، ص: ۱۳

۲۳۔ Judicial System of Mughal Empire, p.281.